رویت ہلال کی ضرورت

(استفسارات و جوابات)

عبدالقدوس ہاشمی

رسالہ فکر و نظر کی اشاعت ستمبر ۱۹۷۳ء میں میرا ایک مختصر سا مضمون رویت ہلال کی ضرورت پر شائع ہوا تھا۔ اسے پڑھ کر چند اہل علم حضرات نے کچھ توضیحی سوالات میرے پاس بھیجے۔ ان کے جوابات بذریعہ ڈاک ان کی خدمت میں ارسال کر دئے گئے۔ اب ان بزرگوں میں سے بعض کو یہ اصرار ہے کہ یہ جوابات یا کم از کم اس کی تلخیص رسالہ فکر و نظر میں بھی شائع کر دی جائے اس لئے میں بہ تعمیل حکم ان سطور کو اشاعت کے لئے دے رہا ہوں، وما توفیقی الا باللہ۔

سوال (۱) : کیا ساری دنیا میں ایک ہی دن رمضان کی ابتداء اور عید الفطر کی نماز ہو تو وحدت امت اسلامیہ کے لئے مفید نہ ہوگی۔؟

جواب : اب تک ۱۳۹۳ رمضان اور عیدیں ہم کر چکے ہیں، اور ہمیشہ ہی مختلف دیار میں رویت ہلال میں اختلاف بھی ہوتا رہا ہے۔ اس سے امت اسلامیہ کی وحدت کو کیا نقصان پہنچا ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آج امت اسلامیہ میں جو افتراق و اختلاف موجود ہے وہ رویت ہلال کے اوقات اور تاریخوں میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے؟

اگر ساری دنیا میں ایک ہی دن عید ہوگی تو ہماری ملت پر اس کا کوئی ادنیٰ اثر بھی نہیں پڑے گا۔ آخر حج تو ہمیشہ ہی

سے ایک ہی مقررہ تاریخ میں ہو رہا ہے، اس سے وحدت ملت کا تصور پیدا کیوں نہ ہو سکا؟ یہ اتنی غیر اہم بات ہے کہ اس پر توجہ کرنا طفلانہ بحث سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

البتہ اگر ہم نے ایسی مساعی جاری رکھیں تو اختلاف امت کے لئے ایک جدید رزمگاہ مہیا کر دیں گے۔ اتحاد و اتفاق تو حاصل نہ ہو سکے گا۔ البتہ عبادات میں مصالح پسندی کا ایک اور دروازہ کھل جائے گا۔ جو ہر جابر حاکم ہر زمانے میں کھولتا رہا ہے۔ رمضان کے روزے اور اور عید کے دو گانے عبادات میں داخل ہیں، اسے سیاسی جشن اور قومی تہوار تو نہ بنائیے کہ اس سے فائدہ نہیں نقصان ہی پہنچے گا۔

سوال : (۲) اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا یا نہیں، اس بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب : اختلاف مطالع ایک امر واقعی ہے۔ اعتبار کریں یا نہ کریں اس سے امر واقعی کی واقعیت میں کیا فرق آتا ہے؟

ہمارے فقہاء نہ اتنے ناواقف تھے اور نہ ایسے ضدی کہ انہیں کاشغر اور قرطبہ کے مابین فرق مطالع کی خبر نہ تھی یا جزیرہ تیمور (انڈونیشیا) اور شہر ڈاکر (سینغال) کے مابین اختلاف مطالع سے انہیں انکار ہو سکتا تھا۔ یہ جو اختلاف مطالع کی بحث فقہ کی کتابوں میں نظر آتی ہے وہ درحقیقت اس اختلاف مطالع پر مبنی ہے جو شہر کے اندر، شہر کے باہر پست جگہ، منارہ یا پہاڑی پر کھڑے ہو کر دیکھنے کی صورت میں ہوتا ہے یا پھر اتنے فاصلہ کے دو مقامات میں جہاں سے

ایک شخص رات کے رات یا دن کے دن اونٹ، گھوڑے یا خچر پر سوار ہو کر آسکتا ہو۔ اس بحث کا اس اختلاف مطالع سے کوئی تعلق نہیں جو طول البلد میں مقامات کے مابین اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ اختلاف مطالع حقیقی اور طبعی ہے۔ اس سے کسی ذی حواس کو انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ متاخر فقیہوں میں سے کسی نے کہیں ایسی کوئی بات کہی ہو، لیکن متقدم ایمہ و فقہاء کے متعلق یہ تصور کرنا کہ وہ اس حقیقی اور واقعی اختلاف مطالع کو بھی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تھے، بڑا ہی سوء ظن ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ظاہر الروایۃ میں امام ابو حنیفہ کا قول بیان کیا جاتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، لیکن ایک دوسرا قول ان ہی امام اعظم کا فقہ حنفی کی بڑی کتابوں میں منقول ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا۔ دونوں قول اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔

سوال (۳): اختلاف مطالع کے لئے کتنا فاصلہ معتبر ہوگا؟

جواب: اقل ترین فاصلہ سفر یعنی تقریباً ۴۸ میل انگریزی (۱۷۶۰ گز فی میل)۔ لیکن یہ حقیقت بھی نظر میں رہے کہ رویت ہلال کے حدود سطح زمین پر دائرہ کی شکل میں ہوتے ہیں، فقہاء سے جتنے فاصلے منقول ہیں سب کے سب کہیں نہ کہیں صحیح ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کہیں ۴۸ میل پر فرق ہو جائے گا اور کہیں ۴۸۰ میل تک فرق نہیں آئے گا۔ امسال ہی عید کا چاند جو نظر آیا، اس کا دائرہ عدن سے ذرا سا شمال پر ختم ہوجاتا تھا، اس مقام سے ۴۸ میل شمال میں چاند کی رویت ممکن نہ تھی۔ اور اس سے مغرب اور جنوب میں کئی سو میل تک ممکن تھی۔

اس لئے فنی نقطہ نظر سے فاصلہ کے متعلق کسی قول کو دوسرے قول پر ترجیح نہیں دی جا سکتی ۔

سوال (۴) : پیدایش قمر کیا ساری سطح زمین کے لئے ایک ھی وقت اور ایک ھی ساعت ھوتی ھے ؟

جواب : فرض کر لینا اور بات ھے ، ورنہ حقیقتہً ایسا ھونا ممکن نہیں ۔ چاند کا اپنے دائرہ (جوزھر) پر ایسے زاویہ پر آجانا کہ وھاں سے سورج کی شعاع اس پر پڑ سکے اور اسے چمکا سکے اصطلاحاً پیدائش قمر کہلاتا ھے ۔ اس وقت خود زمین کا جو حصہ قمر کے سامنے نہیں ھوگا وھاں کے لئے پیدائش قمر کا تصور محض فرضی اور برائے حساب بنا لیا جائے تو اور بات ھے لیکن یہ بات حقیقت سے دور بھی ھے اور ناممکن بھی ۔

سوال (۵) : جس رمضان کے روزے فرض ھیں، اس کی ابتداء پیدائش قمر سے کی جائے یا رویت قمر سے ؟

جواب : قرآن مجید میں جس ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے ھیں ۔ وہ وھی ماہ رمضان ھے جو حجاز میں معروف و معلوم تھا، اور جس رمضان میں نزول قرآن مجید کی ابتداء ھوئی تھی ۔ ظاھر ھے کہ اس رمضان کی ابتداء پیدائش قمر کے حساب سے نہ تھی ۔ اسی لئے حدیثوں میں ھر جگہ صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ یا اس کے ھم معنی جملے ملتے ھیں ۔ اور یہی وجہ ھے کہ سنی، شیعہ سب ھی فقہاء کا اس پر اتفاق ھے کہ ماہ رمضان کی ابتداء صرف دو طریقوں سے ثابت ھوتی ھے ۔ یا تو رویت ھلال ھوجائے یا شعبان کے تیس دن پورے ھو جائیں ۔ اور فقہ کی کتابوں میں یہ بھی وضاحت ملتی ھے کہ منجم کے حساب کا اس سلسلہ میں

کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ حتی کہ بعضوں کے نزدیک منجم کا حساب خود اس کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہے۔

سوال (۶): فقہ کی کتابوں میں قاضی کے حکم اور حاکم کے فیصلہ کی تعمیل کا جو حکم ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ چاند دیکھنے کی شہادت لینے اور رمضان یا عید کا اعلان کرنے کا اختیار کسی فرد کو نہیں ہے بلکہ اس حاکم یا قاضی کو ہے جسے جائز طور پر یہ اختیار دیا گیا ہو، اور اسے یہ معلوم ہو کہ خبر اور شہادت میں کیا فرق ہے، اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ شاھد کو کیسا ہونا چاہئے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ حاکم اپنی مرضی یا اپنی پسند سے جس دن چاہے رمضان شروع کرا دے یا جس دن چاہے یوم الفطر منا لے۔

سوال (۷): کسی ایک ملک میں اگر کہیں چاند نظر آجائے تو حاکم یا قاضی اپنے اعلان کے ذریعے سارے ملک کے باشندوں کو اس کا پابند کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں کرسکتا۔ کسی ملک کے حدود انتظامی و سیاسی حدود ہوتے ہیں، فلکیاتی نظام اور اجرام فلکی کے دوائر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے کہ کسی ایک ہی ملک کے دو دور افتادہ مقامات پر دو دن عید منائی جائے، آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔

غور کیجئے کہ کسی ملک کے حدود انڈونیشیا کی طرح شرقاً و غرباً ہزاروں میل تک پھیلے ہوئے ہوں یا روس کی طرح شرقاً و غرباً ۸۷ لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ رقبہ پر حاوی

هوں تو اتنی بڑی سیاسی وحدت یا سلک میں کبھی طلوع و غروب سیارگان ایک وقت میں ممکن ہی نہیں ہے۔ اب اگر کوئی حاکم اس قسم کا حکم دیتا ہے تو اسے جبر و اکراہ کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ہر جگہ مسلمانوں کو سادہ طریقہ رویت ہلال کے بموجب احکام شریعت پر عمل کرنا چاہئے اور یہی صحیح طریقہ کار ہے۔